یکم جون ۱۹۷۳ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۳
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر
آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی بیس پیسے

جلد ۳۳ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۱

اداریہ

آل انڈیا ریڈیو اور اردو

آل انڈیا ریڈیو ایک سرکاری ادارہ ہے۔ ہر سال پارلیمنٹ میں جب ریڈیو کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو کچھ ممبر بی۔بی۔سی کی طرح یہاں بھی ایک آزاد اور خود مختار کارپوریشن بنانے پر زور دیتے ہیں مگر حکومت ابھی تک اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ گزشتہ بیس سال میں بہت سے نئے نئے ریڈیو اسٹیشن کھلے ہیں اور ریڈیو سننے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور چونکہ ہمارے ملک میں ٹیلی وژن مستقبل قریب میں صرف چند بڑے شہروں تک محدود رہے گا اس لئے ریڈیو کی مقبولیت کو فی الحال کوئی خطرہ بھی نہیں ہے لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ وسائل میں ترقی کے باوجود نہ صرف ریڈیو کے نشریات کے معیار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے بلکہ ہمارے نزدیک یہ معیار پہلے سے کچھ گر گیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ریڈیو کو رفاہِ عام کے ایک شعبے کی طرح نہیں بلکہ ایک سرکاری محکمے کی طرح چلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ یہ ادارہ بھی بیوروکریسی کا شکار ہے۔ کبھی کبھار بعض روشن خیال وزیر بڑی دل خوش کن باتیں کہتے ہیں لیکن عمل کو دیکھئے تو معاملہ جہاں کا تہاں رہتا ہے۔ موجودہ وزیر اطلاعات شری اندر کمار گجرال کے بعض اعلانات سے یہ امید ہوئی تھی کہ اس ادارے کو رفاہِ عام کے مقاصد کے تحت چلایا جائے گا اور محدود سرکاری مقاصد یا دفتر شاہی نظام کے تقاضوں سے اسے بلند کرنے کی کوشش ہوگی۔ مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب حسب ذیل پہلوؤں پر خصوصی توجہ ہو تاکہ موجودہ ڈھیلے ڈھالے سست رو، بے جان اور بے روح ماحول میں تبدیلی ہو سکے۔

۱۔ پالیسی بنانے والوں کا براہ راست تعلق ماہرین یا فن کاروں سے ہونا چاہئے۔ مثلاً موسیقی کے ماہر یا ڈراما کے ماہر کو ان پروگراموں کے چلانے میں زیادہ ذمہ داری دینی چاہئے۔

۲۔ خانہ پری کے لئے جو عنوانات ہوتے ہیں یا قومی تہواروں کے موقع یا مشاہیر کی برسی کے موقع پر جو پروگرام رسمی طور پر ہوتے ہیں ان کا ڈھرا بدلا جائے اور ان میں تازگی پیدا کی جائے۔

۳۔ خبروں کے پڑھنے پر خاص توجہ کی جائے۔ اردو میں جو خبریں پڑھی جاتی ہیں ان میں تلفظ کی غلطیاں اور لب و لہجے کی ناہمواری بری طرح کھٹکتی ہے۔ انگریزی کی خبروں کے پڑھنے کا معیار قابل تعریف ہے۔ ہندی کی خبروں کا معیار بھی غنیمت ہے لیکن اردو کا معیار نہایت پست ہے۔ ایک صاحب "آپ" کو اتنا کھینچتے ہیں کہ کانوں کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ دوسرے صاحب جملے کے آخری حرف کو بلا وجہ طول دیتے ہیں۔

۴۔ ہندی کی خبروں کی زبان روز بروز زیادہ مشکل ہوتی جاتی ہے۔ ریڈیو کے کارپردازوں کو شاید یہ نکتہ معلوم نہیں کہ مشکل زبان اچھی زبان نہیں ہوتی۔ جہاں معلومات دینا یا خیالات کا ابلاغ کرنا مقصود ہو وہاں مشکل زبان کا کوئی جواز نہیں۔ صرف تخلیقی زبان میں فنکار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے جو زبان مناسب سمجھے اختیار کرے لیکن معلوماتی اظہار میں عام فہم زبان استعمال کرنا ضروری ہے۔ ہندی کی یہ کوئی خدمت نہیں ہے کہ عام فہم الفاظ کو چھوڑ کر تت سم الفاظ استعمال کئے جائیں۔ اردو کو بھی اردو سے مشکل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر "یاد دہانی" سے کام چل سکتا ہے تو "یادداشت" استعمال کرنے میں ...

نزدیک کوئی خوبی نہیں ہے۔ رائج اصطلاحیں خواہ وہ فارسی کی ہوں خواہ عربی کی خواہ سنسکرت کی ہر حال میں قابل ترجیح ہیں۔ ریڈیو کا کام نئی زبان بنانا نہیں ہے بلکہ رائج زبان کو استعمال کرنا ہے۔

۵۔ تقریر یا بات چیت کے عنوان سے جو نشریات ہوتے ہیں ان کے سلسلے میں یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ریڈیو کی تقریر نہ علمی مقالہ ہے، نہ محض تفریحی پروگرام بلکہ کسی خاص موضوع پر ماہر فن بنیادی باتیں کہتا ہے لیکن عام فہم زبان میں کہتا ہے اور اس طرح کہتا ہے کہ نہ صرف سننے والے اس موضوع کے مبادیات کو کچھ لیں بلکہ اس سے لطف اندوز بھی ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جن لوگوں سے کوئی تقریر نشر کرائی جائے ان کو ریڈیو والے صرف عنوان ہی نہ دیں بلکہ چند سطروں میں عنوان کے متعلق ہدایات بھی دیں۔ دوسرے بڑے سے بڑے ماہرین کو بھی ریڈیو پر تقریر کرنے کے آداب سکھائیں تاکہ ہر جملہ الگ الگ سنائی دے اور تقریر لوگوں کو متاثر کر سکے۔

۶۔ ریڈیو سے جو ڈرامے یا فیچر نشر ہوتے ہیں ان میں ریہرسل کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ آوازوں کے انتخاب میں موزونیت سے زیادہ غالباً سہولت کا خیال رکھا جاتا ہے۔

۷۔ وزیروں کی تقریروں کو ریڈیو پر ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ پالیسی کے اعلان کی حد تک تو کسی وزیر کے بیان کی اہمیت ہے لیکن عام سننے والوں کو وزیروں کے خیالات سے چنداں دلچسپی نہیں اور نہ ریڈیو کو وزیروں کی پبلسٹی کا آلۂ قرار دینا دانشمندی کہا جا سکتا ہے۔

۸۔ ہندوستان ازمنۂ وسطیٰ کے دور سے نکل کر جدید دور میں قدم رکھ رہا ہے۔ ہندوستانیوں کو جدید ذہن اور سائنسی مزاج دینا ایک قومی فریضہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جدید علوم کے نتائج اور سائنس کے جدید ترین انکشافات پر اور زیادہ توجہ کرنی چاہئے اور اس سلسلے میں صرف تقریروں سے ہی نہیں بلکہ فیچر اور انٹرویو سے خاص طور پر کام لینا چاہئے۔

۹۔ جیسا کہ امیتا ملک نے کہا ہے ریڈیو پر عام طور پر انٹرویو کرنے والا بچکانے سوالات کرتا ہے۔

انٹرویو لینے والے اور انٹرویو دینے والے دونوں کی شخصیت اپنے دائرے میں ممتاز ہو اور گفتگو اور بلند سطح پر ہو تو یہ انٹرویو یادگار ہو سکتا ہے مثلاً حسین یا ستیش گجرال سے انٹرویو کرنے والے کا آرٹ کے نقاد کی حیثیت سے کوئی درجہ ہو تو انٹرویو زیادہ مفید اور دلچسپ ہوگا۔

۱۰۔ بعض سرکاری مصلحتوں کی بنا پر آل انڈیا ریڈیو بعض اوقات بعض اہم خبریں نہیں دیتا۔ ٹائمز آف انڈیا کے ایک نامہ نگار نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ دن بھر لکھنؤ یونیورسٹی میں آتش زنی کے واقعات اور پی۔ اے۔ سی کی شورش کی خبریں نہیں دی گئیں۔ ہمارے نزدیک قومی نقطۂ نظر سے یہ مناسب نہیں ہے کہ سننے والے ایسی خبریں کسی دوسرے ملک کے ریڈیو سے پہلے سنیں۔

۱۱۔ دہلی سے اردو کے پروگراموں میں ادھر خاصہ اضافہ ہوا ہے لیکن اردو کے بعض مرکزوں مثلاً لکھنؤ، پٹنہ، بھوپال، بمبئی، حیدرآباد میں اردو کے پروگراموں کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔ اس میں فوراً اضافہ کرنا چاہئے۔

۱۲۔ اردو سروس کے پروگراموں میں موسیقی اور فلمی گانوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ان کی مقبولیت سے انکار نہیں مگر اس سروس میں ادبی اور علمی نشریات کو اور زیادہ جگہ ملنی چاہئے۔

۱۳۔ آل انڈیا ریڈیو کا رسالہ آواز، کتابت، طباعت اور ترتیب کے لحاظ سے کسی طرح ریڈیو کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ خانہ پری کرنا مقصود ہے اچھا رسالہ نکالنا مقصود نہیں۔

۱۴۔ آل انڈیا ریڈیو کو ماہرین کے انتخاب میں اپنا دائرہ اور وسیع کرنا چاہئے۔ اگر چند ہی اشخاص مباحثوں میں بھی شریک ہوتے ہیں اور تقریریں بھی کرتے ہیں، تو اس سے ریڈیو کے کارپردازوں کی سہل پسندی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جانب داری بھی۔ ریڈیو کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ چند اشخاص کی پبلسٹی کرے۔ اس کا کام یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ماہرین کی معلومات اور نقطۂ نظر کا سب کو علم ہو۔

ریڈیو نہ صرف معلوماتی ادارہ ہے نہ صرف تفریحی۔ اس کا کام معلومات کو دلچسپ بنا کر پیش کرنا اور عام دلچسپی کے موضوعات میں سے معنی خیز پہلوؤں کو چننا ہے۔ یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے بشرطیکہ پرانے ڈھرے پر چلتے رہنے کے بجائے ریڈیو کے کارپرداز ہر دم اپنا احتساب کرتے رہیں، سنجیدہ اور تعمیری تنقید سے نہ گھبرائیں اور سرکاری اور دفتری نظام کے چکر سے نکل کر رائے عام کی کھلی فضا میں سانس لیں۔

ڈاکٹر محمد حسن کو نہرو فیلوشپ

ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ ڈاکٹر محمد حسن صدر شعبۂ اردو کشمیر یونیورسٹی و ممبر مجلس عاملہ انجمن ترقی اردو ہند اُن چار اسکالروں میں سے ہیں جنھیں امسال نہرو فیلوشپ کا اعزاز ملا ہے۔ ڈاکٹر محمد حسن انیسویں صدی کے ادب اور سماج پر تحقیق کریں گے۔ دوسرے اسکالروں میں مشہور سائنس داں ڈاکٹر ریگیز ہندوستان کے ایک ممتاز شاعر اور ملیالم کے ایک مشہور ادیب ہیں۔ (نامہ نگار)

سالانہ رپورٹ

انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ)

انجمن کے جلسے

اس سال کے دوران انجمن کی مجلس عام۔ ادبی کمیٹی اور مالی کمیٹی کا ایک ایک جلسہ اور مجلس عاملہ کے پانچ جلسے ہوئے۔

۲۔ انجمن کے انتخابات

(الف) صدر کا انتخاب۔

ڈاکٹر سمپورنا نند کی صدارت کی میعاد ختم ہو جانے پر ۹ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کے مجلس عاملہ کے جلسے میں پنڈت آنند نرائن ملا نائب صدر کو صدر منتخب کیا گیا۔ ڈاکٹر سمپورنا نند نے دس سال تک انجمن کی رہنمائی کی اور ان کے خلوص، تدبر اور طویل تعلیمی اور انتظامی تجربے سے انجمن نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ ڈاکٹر سمپورنا نند ہمارے ان بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے ہماری مشترکہ تہذیب کے جلوۂ صد رنگ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے اور تعلیمی اور ادبی حلقے میں برابر خوب سے خوب ترکی جستجو کرتے رہے ہیں۔ انجمن کی طرف سے ان کی خدمت میں ہدیۂ تحسین اور خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور مجھے توقع ہے کہ آئندہ بھی ہر منزل پر ہم ان کے مفید مشورہ سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ ہمارے موجودہ صدر پنڈت آنند نرائن ملا ہمارے ان ممتاز دانشوروں اور شاعروں میں سے ہیں جن پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے۔ یہ اردو کی بقا اور ترقی کے لئے برسوں سے جہاد کر رہے ہیں ہمیں توقع ہے کہ ان کی صدارت میں اردو تحریک اور آگے بڑھے گی۔ ہمارا علمی اور ادبی کام اور بہتر ہوگا اور ہم عوام سے اپنا رشتہ زیادہ مضبوط کر سکیں گے۔ صدر انجمن شاخوں کی تنظیم اور ہمارے جو انجمن کی کل ہند کانفرنس کرنے کے لئے خاص طور پر کوشش کر رہے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ مجلس عاملہ اس سلسلہ میں مناسب اقدامات کرے گی۔ میں انجمن کی طرف سے موصوف کا پر جوش خیر مقدم کرتا ہوں۔

(ب) اراکین کا انتخاب۔

۱۔ مالی مجلس عام کے اراکین کی جگہیں خالی ہو رہی تھیں۔ دستور کے مطابق کارروائی کے بعد ۳۰ر مارچ کے مجلس عاملہ کے جلسے میں انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوا۔ حسب ذیل حضرات دوبارہ منتخب ہوئے۔

۱۔ جناب مالک رام ۲۔ جناب سری نواس لاہوٹی ۳۔ جناب مختار الدین احمد ۴۔ جناب شمیم احمد شمیم ۵۔ جناب ڈاکٹر محمد حسن ۶۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔

حسب ذیل تین نشستوں پر جناب صباح الدین عبدالرحمن۔ جناب ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی اور جناب سہیل عظیم آبادی کا انتخاب ہوا۔ صدر کو دستور کے قواعد کے مطابق جو دو خالی جگہوں پر نامزدگی کا اختیار تھا ان پر جناب محمد عثمان عارف ایم۔ پی اور جناب سید محمود زیدی کو نامزد کیا گیا۔ میں انجمن کی طرف سے ان سب حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ انجمن کے ہر کام میں ان کی مدد و رائے و سے قدمے سخنے حاصل رہے گی۔

۳۔ پروفیسر سید احتشام حسین کا انتقال۔

یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو ملک کے مشہور دانشور ادیب اور نقاد اور معلم پروفیسر سید احتشام حسین کے اچانک انتقال سے جہاں ہماری علمی و ادبی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے وہاں انجمن کو بھی ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مجلس عاملہ ۱۰ر دسمبر کے جلسے میں اس سلسلے میں تعزیت کی قرارداد منظور کر چکی ہے۔ مرحوم انجمن کی مجلس عام اور ادبی کمیٹی کے ایک اہم رکن تھے اور انجمن کے کاموں میں گہری دلچسپی لینے کے علاوہ ہر کام میں ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے ان کی وفات ایک قومی سانحہ ہے۔

۴۔ مرکزی حکومت کی امداد۔

مجھے ممبروں کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ ریویو کمیٹی کی سفارشات کے مطابق حکومت کی سالانہ امداد کی رقم اب ۴۸ ہزار سے ۹۸ (اٹھانوے) ہزار ہو گئی ہے اور یہ رقم دو قسطوں میں موصول بھی ہو گئی ہے اس میں ۱۶ (سولہ) ہزار کی وہ رقم بھی شامل ہے جو انجمن کے کارکنوں کی تنخواہوں میں اضافہ کے لئے منظور ہوئی ہے۔ اس طرح انجمن کے کارکنوں کے گریڈ یونیورسٹی میں اسی درجہ کے ملازمین کے گریڈ کے برابر ہو جائیں گے۔ توقع ہے کہ اس اضافہ سے انجمن کے ملازمین کی پریشانی بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔ حکومت ہند کے شکریہ کے ساتھ ایک شکایت بھی ضروری ہے۔ ریویو کمیٹی نے یہ سفارش کی تھی کہ گرانٹ کی پہلی قسط مئی یا جون تک اور دوسری قسط آڈٹ رپورٹ موصول ہو جانے کے بعد دسمبر تک مل جانی چاہئے لیکن حکومت کے دفتری نظام کی وجہ سے اس میں بڑی دیر ہوتی ہے۔ پہلی قسط ہمیں اکتوبر میں ملی۔ تنخواہوں کے اضافہ کی رقم جنوری میں اور باقی ۲۶ (چھبیس) ہزار کی رقم ۱۷ر اپریل ۱۹۷۳ء کو موصول ہوئی۔ اس سلسلہ میں مجھے درجنوں یاد دہانی کے خطوط اور تار بھیجنے پڑے اور کئی وفد وزارت تعلیم کے افسروں سے ملا پڑا۔ گزشتہ سال تک میں یہ کرتا تھا کہ جب ضرورت ہوتی تھی اردو دکھر فنڈ سے قرض لے کر مطبوعات کا کام چلاتا تھا لیکن اردو گھر فنڈ کی ساری رقم تعمیر پر خرچ ہو چکی ہے اس زمانہ میں کاغذ کی خریداری، کتابت اور طباعت کی ہر منزل پر نقد رقم دینی پڑتی ہے اور گرانٹ اور ہمارے مطبوعات کی آمدنی زیادہ تر سال کے آخر میں ہاتھ آتی ہے۔ اس لئے مطبوعات کے پروگرام پر نامہ

خلل پڑا اس کا علاج دراصل یہی ہے کہ ہماری مطبوعات کی آمدنی اتنی بڑھ جائے کہ ہمارے کاموں میں گرانٹ میں تاخیر کی وجہ سے رکاوٹ نہ پڑے اس کی بھی کوشش کی جا رہی ہے کہ حکومت کی امداد وقت پر مل جایا کرے۔

حکومت کشمیر کی طرف سے بھی پانچ ہزار سالانہ کی گرانٹ ملتی ہے جو ابھی تک موصول نہیں ہوئی اس سلسلہ میں کئی یاد دہانیاں کی جا چکی ہیں۔

۵۔ اردو۔ اردو اور انگریزی اردو لغت کے لئے ترقی اردو بورڈ کی امداد

گزشتہ سال میں نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ مرکزی ترقی اردو بورڈ نے ایک اردو، اردو لغت اور ایک انگریزی اردو لغت کی تیاری کا کام انجمن کے سپرد کیا ہے منصوبہ ترقی اردو بورڈ کا ہے اور انجمن ترقی اردو بورڈ کی طرف سے اس منصوبے کو پورا کرے گی۔ اردو، اردو لغت کے لئے سات لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ اور انگریزی اردو لغت کے لئے چھ لاکھ روپیہ منظور ہوا ہے۔ اس کی مجلس ادارت میں انجمن کے ممبر وہی ہیں جو ڈاکٹر عابد حسین، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، جناب مالک رام، ڈاکٹر اختشام الدین احمد آرزو اور راقم الحروف ہیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر نذیر احمد صدر شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی مجلس ادارت میں شامل ہیں۔ دراصل یہ اسکیم پچھلے سال ہی منظور ہو چکی تھی لیکن حکومت کے دفتری نظام کی سست روی کی وجہ سے باوجود کئی یاد دہانیوں کے ایک لاکھ کی رقم جو کام شروع کرنے کے لئے مانگی گئی تھی اب تک نہیں ملی تھی۔ وعدہ کرکے ۲۵ اپریل کو یہ رقم آگئی ہے اور شروع مئی سے عملہ کا تقرر کرکے کام کا آغاز کر دیا جائے گا۔ ان دونوں لغات کی تکمیل سے اردو کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہونے کی امید ہے۔ کام کا خاکہ بن چکا ہے اور انگریزی اردو لغت کے لئے ہمیں توقع ہے کہ پروفیسر کلیم الدین احمد کی کل وقتی خدمات ہمیں حاصل ہو جائیں گی۔ اردو، اردو لغت کی پانچ جلدیں پانچ حضرات تیار کریں گے۔ پہلی جناب مالک رام دوسری ڈاکٹر مسعود حسین خاں تیسری ڈاکٹر نذیر احمد چوتھی راقم الحروف اور پانچویں ڈاکٹر اختشام الدین احمد آرزو۔ مجلس ادارت کے صدر ڈاکٹر عابد حسین ہیں۔

۶۔ اردو گھر

اردو گھر کی تعمیر کے سلسلہ میں انجمن نے اپنے اردو گھر فنڈ سے پونے دو لاکھ روپئے صرف کئے۔ بیس ہزار کی گرانٹ کشمیر کی حکومت سے ملی بیس ہزار روپیہ چندے کے ذریعہ سے اب تک وصول ہوا ہے جس کا اعلان ہماری زبان میں ہو چکا ہے۔ حکومت ہندستان نے چار لاکھ روپیہ کی امداد کا وعدہ کیا تھا جس میں تین لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ موصول ہو چکا ہے۔ پہلے ہمارا تخمینہ یہ تھا کہ سات لاکھ عمارت پر دو لاکھ فرنیچر اور فٹنگ پر خرچ ہوگا لیکن گرانی کی وجہ سے اب دس لاکھ سے کم کسی صورت میں خرچ نہ ہوگا۔ انجمن کے ایک وفد نے جو صدر انجمن پنڈت آنند نرائن ملا، کرنل بشیر حسین زیدی اور جنرل سکریٹری پر مشتمل تھا مزید امداد کے لئے وزیر تعلیم سے درخواست کی تھی اور انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک لاکھ کی اور رقم دیدیں گے لیکن ہمیں ابھی سوا چار لاکھ روپیہ کی اور ضرورت ہوگی اس کے لئے نظام ٹرسٹ حکومت کشمیر اور دوسری ریاستی حکومتوں اور دیگر حضرات سے رجوع کرنا پڑے گا۔ مجلس عام کے تمام ممبروں سے میری درخواست ہے کہ اس رقم کی فراہمی میں خاص دلچسپی لیں اور اپنے اپنے حلقے میں جو بھی ذرائع میسر آسکیں ان سے رقم فراہم کریں۔ خدا نے چاہا تو انجمن کا اردو گھر انجمن اور اردو کے شایان شان ہوگا۔ اور جب ہمارا دفتر دلی منتقل ہو جائے گا تو ہم اپنے کاموں کو اور بہ تیزی و بہ جہت بڑھا سکیں گے اس وقت تہ خانے کے علاوہ دو منزلیں مکمل ہو چکی ہیں اور اب دو منزلیں بننا اور باقی ہیں۔ وعدے کے مطابق ایک منزل ترقی اردو بورڈ کو دینا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ اردو گھر کی تعمیر اس سال کے آخر تک مکمل ہو جائے تاکہ شروع ۱۹۷۴ء تک ہم اپنا دفتر دلی منتقل کر سکیں۔

۷۔ انجمن کی سلور جوبلی۔

اکتوبر ۱۹۷۲ء میں آزاد ہندوستان میں انجمن کے قیام کو پچیس سال ہو جائیں گے اور آغاز سے اب تک ستر سال۔ جوبلی کی تقاریب کی تاریخیں تعمیر کا کام مکمل ہونے کے بعد ہی طے کی جا سکتی ہیں۔

۸۔ انجمن کی تنظیم۔

انجمن کی بارہ ریاستی شاخیں دہلی، آندھرا پردیش، بہار، اتر پردیش، اور مدھیہ پردیش، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر، مغربی بنگال، پنجاب، ہریانہ اور جموں و کشمیر میں ہیں۔ ان سب شاخوں سے سال بھر کی کارگزاری کی رپورٹ طلب کی گئی تھی اس سلسلہ میں کئی مرتبہ یاد دہانی بھی کی گئی مگر صرف چھ شاخوں نے جواب دیا۔ آندھرا پردیش، دہلی، بہار، راجستھان، جموں و کشمیر اور گجرات سے مختصر رپورٹیں اس وقت تک موصول ہوئی ہیں جو اس رپورٹ کے ضمیمہ کے طور پر شامل کی جا رہی ہیں۔ مہاراشٹر سے دستوی صاحب نے پچھلے سال لکھا تھا کہ اس شاخ کو مردہ تصور کر لیا جائے وہاں کے اردو دوستوں کے مشورے سے اب نئی شاخ بنانی ہے۔ ریاست میسور میں باوجود کوشش کے ابھی ہم کوئی ریاستی شاخ قائم نہ کر سکے اس لئے وہاں کی گلبرگہ اور رائچور کی شاخوں کا مرکز سے الحاق ہے۔ اڑیسہ، تامل ناڈو، ہماچل اور آسام میں نئی شاخیں قائم کرنے کے لئے خط و کتابت جاری ہے۔ مغربی بنگال، گجرات، پنجاب، ہریانہ اور جموں و کشمیر

میں بھی نئی تنظیم کی ضرورت ہے۔ آندھرا پردیش کی شاخ ہماری سب سے فعال اور باعمل شاخ ہے۔ اس کے کاموں کی روداد برابر ہماری زبان میں شائع ہوتی ہے۔ پچھلے سال ہم نے اس کے سالانہ اجتماع کی روداد ہماری زبان کے ایک خاص نمبر کے طور پر شائع کی تھی۔ امسال بھی ۲۲ اپریل کا پرچہ زیادہ تر اسی کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ دوسری ریاستی شاخیں اس کے تجربے سے بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور اس کے خطوط پر اپنے کام کو آگے بڑھا سکتی ہیں۔ دہلی کی شاخ دہلی میں اردو کے حقوق کے لئے برابر جدوجہد کرتی رہتی ہے اور اسے اپنی کوششوں میں کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے اس کے ادبی اجتماع بھی بہت مقبول ہوئے ہیں۔ ایک زمانے میں بہار کی شاخ ہماری بڑی منظم اور فعال شاخ تھی۔ اس کی تنظیم اب بھی قائم ہے لیکن مرکز سے اس کا رشتہ کچھ کمزور ہو گیا ہے اب کے جناب صدر نے جناب غلام سرور اور جناب صدیقی کو دعوت دی تھی کہ دہلی آ کر ان سے ملیں تاکہ مرکز کو ریاستی شاخ سے جو شکایت ہے وہ دور ہو سکے اور بہار کی شاخ کے کاموں میں اور مدد دی جا سکے۔ غلام سرور صاحب تو تشریف نہ لا سکے لیکن جناب صدیقی صاحب جناب صدر سے اور مجھ سے ملے تھے انھوں نے ریاستی شاخ کی کارگزاری کی رپورٹ بھی امسال بھیج دی۔ بہار میں اب بھی مخلص کارکنوں کا ایک اچھا حلقہ ہے جس کی صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ تبادلہ خیال کے بعد بہار کی ریاستی شاخ انجمن کے صحیح مسلک پر گامزن ہوگی اور بہار میں اردو کی قرار واقعی خدمت کرے گی۔ اتر پردیش کی ریاستی شاخ نے دو سال سے اپنی کارگزاری کی رپورٹ مرکز کو نہیں بھیجی ہے۔ صدر کی ہدایت پر ریاستی شاخ کو لکھا گیا ہے کہ لکھنؤ میں ایک ایسا اجتماع کیا جائے جس میں ریاستی شاخ کے تحت مقامی شاخوں کے نمائندے بھی ہوں تاکہ انجمن کے صدر اس اجتماع سے تبادلہ خیال کے بعد انجمن کی سرگرمیوں کو تیز کر سکیں ابھی تک اس اجتماع کی کوئی تاریخ طے نہیں ہوئی ہے۔ اس شاخ کو مرکز کی طرف سے دفتری اخراجات کے لئے پانچسو کی رقم بھی دی گئی تھی۔ راجستھان کی شاخ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شاخ نے اردو کے استادوں کے تقرر اور اردو کے نئے درجے کھلوانے پر خاص زور دیا ہے۔ اس کی کوشش سے راجستھان یونیورسٹی میں اردو کے ایم۔ اے کے درجے بھی کھلنے والے ہیں۔ جموں و کشمیر میں اگرچہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے مگر ابھی تک وہاں کوئی قابل ذکر کام نہیں ہو سکا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہاں انتخابات کے بجائے نامزدگی کی جائے۔ گجرات کے سکریٹری عرصے سے بیمار تھے چند روز ہوئے وہاں سے اطلاع ملی ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم نے گجرات میں اردو کا پرچم بلند رکھا تھا۔ خدا انھیں غریق رحمت کرے۔ مغربی بنگال، مہاراشٹر، پنجاب اور ہریانہ سے کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ یہاں ابھی نئی شاخیں قائم کرنی پڑیں گی۔ مجلس عاملہ نے دستور میں ترمیم اور تنظیم کی جس کے لئے جو کمیٹی بنائی ہے اس کی تجویز مجلس عام کے اس جلسے میں پیش ہوگی۔ امید ہے کہ اس کے بعد ہم ریاستی اور مقامی شاخوں کو بہتر طور پر چلا سکیں گے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ مجلس عام کے ممبروں کو اپنے اپنے علاقے کی ریاستی شاخوں کی نئی تنظیم کا کام سپرد کر دیا جانا چاہیے۔ بڑی ریاستوں میں علاقے یا زون کے تحت مقامی شاخیں ہونی چاہئیں۔ مرکز کی طرف سے سکریٹری یا اسسٹنٹ سکریٹری کے دورے بھی ضروری ہوں گے مگر ان کے لئے الگ سے سرمایہ کا انتظام کرنا پڑے گا۔ شاخوں کے قواعد پر نظر ثانی کے بعد اور بعض ریاستی شاخوں کی تنظیم نو کے بعد ہی ہر ریاستی شاخ کے ایک نمائندے کو مجلس عام کا ممبر بنانا چاہیے۔ اب تک اس وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا کہ بیشتر ریاستی شاخوں نے دستور کی ہدایات کی پابندی نہیں کی۔

۹۔ ہماری زبان۔

مجلس عام کے فیصلے کے مطابق یکم جون ۷۲ء سے ہفت روزہ کے بجائے پندرہ روزہ کر دیا گیا۔ یہ اخبار وقت پر پابندی سے نکلتا ہے۔ قارئین کی ایک خاص تعداد نے اس کے پندرہ روزہ ہو جانے پر احتجاج کیا اور درخواست کی کہ اسے پھر ہفت روزہ کر دیا جائے۔ میری سفارش ہے کہ ان کی اس خواہش پر ضرور غور کیا جائے۔ ہماری زبان اپنی نوعیت کا واحد اخبار ہے جس میں اردو زبان و ادب سے متعلق خبریں اور مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ملک میں ادبی سرگرمیوں کا بھی اس کے ذریعے سے سب کو علم ہوتا رہتا ہے اس کے تحقیقی اور تنقیدی مضامین مراسلات اور تبصرے عام طور سے پسند کئے جاتے ہیں۔ "میرا صفحہ" کے عنوان سے علی گڑھ کے ادیبوں کے تاثرات بھی مقبول ہوئے ہیں اور اس عنوان کے ذیل کئی مضامین اور ہمارے معتمد ادارئے دوسرے اخباروں نے نقل کئے ہیں۔ امسال کے خریداروں کی تعداد میں تھوڑا سا اضافہ ہوا ہے اور اگر یہ ہفت روزہ ہوتا تو شاید یہ اضافہ اور ہوتا۔

۱۰۔ اردو ادب۔

امسال سے مضمون نگاروں کے معاوضے میں تھوڑا سا اضافہ کر کے دو روپیہ صفحہ کر دیا گیا ہے۔ ۷۲ء کا چوتھا شمارہ سیدین نمبر ہے جس کی اشاعت میں اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ بعض اہم مضامین بہت دیر میں موصول ہوئے۔ بہرحال اب کتابت کا مرحلہ ختم ہو چکا ہے اور مجھے امید ہے کہ وسط مئی تک یہ خاص نمبر شائع ہو جائے گا۔ ۷۳ء کے پہلے شمارے

کی کتابت بھی شروع کرادی گئی ہے۔ امید ہے کہ جولائی تک ۱۹۷۳ء کے دو شمارے شائع ہو سکیں گے۔

ہماری زبان اور اردو ادب کے خریدار بڑھانے کی طرف برابر توجہ کر رہا ہوں۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اردو شعبوں کتب خانوں اور ادیبوں سے بار بار خریداری کے لئے رجوع کیا جاتا رہا ہے۔

۱۱۔ رسالہ سائنس اس وجہ سے نہ نکل سکا کہ اس کے نائب مدیر سعید الظفر چغتائی ریڈر فزکس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یورپ چلے گئے۔ بہر حال اکتوبر میں اس کا پہلا شمارہ منظر عام پر آجائے گا۔ سائنس دانوں نے اس کے لئے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔

۱۲۔ مطبوعات:

امسال جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کے نام یہ ہیں: ۱۔ ماوس کا جین مترجمہ سرور لکھنوی۔ ۲۔ مختصر تاریخ بنگلہ ادب حصہ دوم۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ۔ ۳۔ انتخاب و شرح دیوان مومن از حامد حسن قادری (نیا ایڈیشن)۔ ۴۔ اردو صرف و نحو (نیا ایڈیشن)۔ حسب ذیل کتابیں زیر طبع ہیں۔

۱۔ جوہر تقویم (مختصر تاریخ، اصطلاحات، اردو کے صوفی شعرا) از منکش اکبر آبادی۔ ۲۔ ڈرامے۔ محمد فضل الرحمن ۳۔ قومی یکجہتی۔ ڈاکٹر تارا چند کے دو لکچروں کا اردو ترجمہ۔ ۴۔ نسخۂ عرشی کا متن تو بہت پہلے ہی تیار ہو گیا تھا اور مقدمہ کی طباعت بھی شروع ہو گئی۔ تین مہینے کے اندر کتاب کے شائع ہو جانے کی امید ہے یہ انجمن کا ایک اہم کارنامہ ہوگا۔

۱۳۔ بکڈپو۔

مجھے یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ امسال کتابوں کی فروخت کی مد میں ہماری آمدنی پچھلے سال سے چھ ہزار زیادہ ہے۔ امسال تقریباً بیس ہزار روپیہ کی کتابیں فروخت ہوئی ہیں۔ ہماری نئی اور پرانی کتابوں کے اشتہارات ہماری زبان میں برابر شائع ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ہم نے اب کے کتب خانوں اور کتب فروشوں سے زیادہ گہرا رابطہ قائم کیا ہے۔ خاص موقعوں پر ایسی کتابوں پر جو نسبتاً کم فروخت ہوتی ہیں مزید رعایتیں دی ہیں اور فرمائشوں کی فوری تعمیل کا انتظام رکھا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اگلے سال کچھ اور نئی کتابوں کی اشاعت کے بعد ہم اس آمدنی کو تیس ہزار تک پہنچا سکیں گے۔

۱۴۔ کتب خانہ۔

انجمن کا کتب خانہ تحقیق کے لئے خاص طور پر موزوں ہے۔ اس میں اردو، فارسی، انگریزی اور ہندی کی چودہ ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں جن میں بہت سی نادر اور کمیاب قلمی نسخے بھی شامل ہیں۔ کتب خانے میں ۱۲ روزنامے ۵ ہفتہ وار ... روزنامہ اخبارات اور ۴۰ رسالے آتے ہیں۔ کتابچے اور رسالے بھی آتے رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ تبصرے کے لئے ہر سال خاصی تعداد میں کتابیں آتی رہتی ہیں۔ موجودہ وسائل میں ہم نئی کتابوں کی خریداری اور مخطوطات اور نوادر کی خریداری کے لئے بہت کم گنجائش نکال پاتے تھے میں نے ریویو کمیٹی سے پر زور سفارش کی کہ نئی کتابوں کی خریداری اور مخطوطات اور نوادر کی خریداری کے لئے خاص طور پر امداد دی جائے چنانچہ پچھلے سال سے ۴ ہزار روپیہ کتابوں کے لئے اور ۵ ہزار روپیہ مخطوطات و نوادر کے لئے ملنے لگا ہے اور اب مجھے یہ توقع ہو گئی ہے کہ ہم معیاری نئی کتابوں کی خریداری کے علاوہ ان مخطوطات اور نوادر کا کچھ حصہ بھی حاصل کر سکیں گے جو ادھر ادھر بکھرا ہوا ہے۔

انجمن کے کتب خانہ سے استفادہ کے لئے حسب ذیل حضرات باہر سے تشریف لائے۔

۱۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی دہلی۔ ۲۔ ڈاکٹر حکم چند نیر بنارس۔ ۳۔ ڈاکٹر ہاشم علی میسور۔ ۴۔ مشتاق احمد کلکتہ۔ ۵۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی دہلی۔ ۶۔ انوار الحق صاحب گورکھپور۔ اس کے علاوہ شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ اور ریسرچ اسکالر صاحبان نے بڑی تعداد میں کتب خانہ سے استفادہ کیا۔

۱۵۔ گجرال کمیٹی کی خدمت میں انجمن کی یادداشت۔

گزشتہ سال مرکزی حکومت نے جناب اندر کمار گجرال کی صدارت میں اردو کے فروغ کے لئے جو کمیٹی بنائی تھی اس نے اردو کی انجمنوں اور اردو دوستوں سے رائے طلب کی تھی چنانچہ انجمن کی طرف سے ایک یادداشت سکریٹری نے تیار کر کے مجلس عاملہ کی خدمت میں پیش کی جو شروع اگست میں کمیٹی کو روانہ کر دی گئی۔ ۲۹ اگست کو انجمن کی طرف سے پنڈت آنند نرائن ملا اور سکریٹری نے شہادت دی اور یادداشت کی وضاحت کی۔ یہ یادداشت ہماری زبان میں شائع ہو چکی ہے اور مجلس عام کے ممبروں کو بھی بھیجی جا چکی ہے لیکن سہولت کے لئے اس رپورٹ کے ضمیمہ کے طور پر بھی شامل کی جاتی ہے۔ یادداشت میں بنیادی ضروریات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور پچیس سال کے تجربہ کی روشنی میں اس حقیقت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ جب تک دفعہ ۳۴۷ کے تحت ان ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ ہے اور دہلی کے مرکزی علاقے میں دستور کے دفعہ ۳۴۷ کے تحت اردو کو سرکاری زبان تسلیم نہیں کیا جاتا اس وقت تک اردو میں ابتدائی تعلیم اور اردو میں ثانوی تعلیم کا تسلی بخش انتظام نہیں ہو سکتا نہ اساتذہ کی تربیت، ان کے تقرر اور درسی کتب کی فراہمی کے سلسلے میں وہ تمام اقدامات ہو سکتے ہیں جو ازبس ضروری ہیں ہمیں یقین ہے کہ گجرال کمیٹی کے وہ ممبر جو انجمن کے بھی ممبر ہیں انجمن کے مطالبات کو گجرال کمیٹی کی سفارشات میں شامل کرا سکیں گے۔ مرکز اور ریاستی حکومتوں کے رویہ میں ایک خوش آئند تبدیلی ضرور

ہوئی ہے۔ مرکز میں ایک ترقی اردو بورڈ قائم ہوا ہے جو یونیورسٹی کی سطح کے لئے کتابیں تیار کرا رہا ہے اور اس نے ایک خاصا بڑا پروگرام اس سلسلے میں تیار کر لیا ہے۔ اتر پردیش کی اردو اکیڈمی نے بھی کام شروع کر دیا ہے۔ کتب خانوں کو امداد اور ادیبوں کو انعام دینے کے علاوہ اردو میں ابتدائی تعلیم دینے کے لئے تین ہزار استادوں کے تقرر کا بھی اعلان ہوا ہے۔ بہار میں بھی ایک اردو اکیڈمی قائم ہوئی ہے اور دوسری ریاستوں میں بھی اسی قبیل کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ سارے اقدامات اپنی جگہ مفید ہیں مگر دفتری نظام کی خرابیوں کی وجہ سے ان کی افادیت نہ صرف محدود ہے بلکہ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے اصل مطالبہ سے اردو دوستوں کی توجہ ہٹ جانے کا بھی خطرہ ہے اس لئے ہم سب کا فرض ہو جاتا ہے کہ ترقی اردو بورڈ اور اردو اکیڈمیوں کے قیام سے ہی خوش نہ ہوں بلکہ [illegible] عمل کرا کے رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اس بنیادی مطالبہ پر کہ اردو کو چند ریاستوں میں سرکاری زبان بنایا جائے قائم رہیں۔

۱۷۔ خاتمہ

اس وقت ہمیں سب سے پہلے اردو گھر کے لئے سوا چار لاکھ روپیہ کا انتظام کرنا ہے تاکہ بہر حال ۱۹۷۳ء کے آخر تک ہمارے دفتر کی تعمیر ہو جائے۔ دوسرے ہمیں شاخوں کی اس طرح تنظیم کرنا ہے کہ اردو کی بقا اور ترقی کے کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیا جا سکے۔ تیسرے شروع نومبر میں کل ہند اردو کانفرنس کے لئے انتظامات کرنے ہیں۔ چوتھے حکومت سے انجمن کا بنیادی مطالبہ کہ ان ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ ہے اردو کو دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔ پانچویں اپنی مطبوعات کی آمدنی بیس ہزار سے تیس ہزار سالانہ کرنا ہے۔ ان سب کاموں میں مجلس عاملہ کے ممبروں اور اردو دوستوں کا خصوصی تعاون درکار ہے۔ انجمن تمام اردو دوستوں کا مشترک ادارہ ہے یہ نہ حکومت کے اشاروں پر چل سکتا ہے نہ حزب مخالف کے ہاتھوں میں دیا جا سکتا ہے یہ اردو کی بقا اور ترقی کے لئے ایک مشترک محاذ ہے۔ انجمن کو حکومت سے جو امداد ملتی ہے وہ اس کا حق ہے اور وہ اس میں اضافہ کی برابر کوشش کرتی رہے گی مگر اس کی وجہ سے اس کی بنیادی پالیسی قطعی متاثر نہ ہوگی۔ یہ ایک قومی ادارہ ہے اور اردو کے ذریعہ سے ہندوستان اور انسانیت کی خدمت اس کا نصب العین ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نصب العین کے لئے ہم حالات سے بددلی یا بیزاری کے بغیر مستقل جدوجہد کرتے رہیں گے۔

پروفیسر آل احمد سرور، جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(نمبر ۵ سے آگے)

انجمن کی شاخیں۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے دلی میں شاخیں قائم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ اس سے یہ نقصان ہوا کہ عوام سے ہمارا رابطہ ٹوٹ سا گیا۔ یہ فاصلوں کا شہر ہے اور یہاں کے لوگ اپنی رنگارنگ مصروفیات میں الجھے رہتے ہیں کہ ان کو ادبی مشاغل کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے۔ پھر اس دور میں ادب میں بھی دھڑے بندی ہو گئی ہے ہر کوئی اپنی اہمیت قائم کرنا چاہتا ہے [illegible]۔ انجمن کسی نہ کسی نام سے اپنے طور پر مشاعرے نشستیں کرتی رہتی ہے انجمن سے تعاون ضروری نہیں سمجھتی۔ ان حالات میں یہاں شاخیں بیکار ہیں ہی، [illegible] کوشش کے باوجود یہاں کی شاخوں نے کچھ کام نہیں کیا ہے، دو تین شاخوں نے شروع میں اچھا کام کیا تھا اس سال وہاں بھی جمود کا عالم ہے۔

مس حمیدہ سلطان، جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو دہلی۔



انجمن ترقی اردو ریاستی شاخ دہلی کی سالانہ رپورٹ

بابت ۷۳-۱۹۷۲ء

انجمن ترقی اردو دہلی کے سالانہ اجلاس کی مختصر کارروائی ۲۲ مئی کے ہماری زبان میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ جلسہ جناب پنڈت ہردے ناتھ کنزرو صاحب کی صدارت میں ۲ مئی کو دہلی پبلک لائبریری میں منعقد ہوا تھا۔ اب ذیل میں وہ سالانہ رپورٹ پیش کی جا رہی ہے جو انجمن کی جنرل سکریٹری جنابہ مسز رشیدہ سلطان نے اس اجلاس میں پیش کی تھی۔ (ادارہ)

محترم پنڈت جی، خواتین و حضرات!

میں پورے وثوق سے کہوں گی کہ دلی میں سیاسی، سماجی، ثقافتی اعتبار سے اردو کی مخالفت نہیں ہے، ہر فرقے اور مذہب کے لوگ اردو کے شیدائی ہیں، دلی والوں کی عام بول چال اردو ہی ہے۔ مجھے اس پر فخر بھی ہے اور خوشی بھی کہ ڈاکٹر عبدالحق سے بھی زیادہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی اردو کے سرگرم پرجوش کارکن تھے اور کیفی صاحب جیسے معتدل مزاج کے انسان اردو کے مسئلے پر بہت تلخ لہجے میں حکومت پر طنز کرتے تھے۔ لالہ شام ناتھ کو ہمارے درمیان سے اٹھے ابھی اتنا عرصہ نہیں گزرا جو ہم ان کی وہ مدلل تقاریر بھول جائیں جو بڑے غمگسار لہجے میں اردو کے لئے وہ کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر تارا چند، ہمارے صدر پنڈت سندر لال اور آج کے جلسے کے صدر جناب پنڈت ہردے ناتھ کنزرو جو مرکزی انجمن کے بھی کافی عرصے تک صدر رہے ہیں اردو کے لئے دلی لگن کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بے شمار ادبا و شعرا ہیں۔

آج کے سیاسی لیڈر بھی کچھ دلی میں اردو کے مخالف نہیں پھر خدا جانے کیوں اردو کو علاقائی حیثیت دینے سے حکومت کترا رہی ہے۔ ۱۹۵۶ء میں دلی اسٹیٹ اسمبلی توڑ دینے کے بعد اردو کا مسئلہ سامنے آیا۔ اس سے قبل یہاں کے دفاتر اور کچہریوں میں اردو رائج تھی۔ اسمبلی کی زبان کمیٹی کی رپورٹ میں متفقہ طور پر اردو کو دلی کی علاقائی زبان قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی، مرکزی وزارت داخلہ نے اس کو اپنی فائلوں میں محفوظ کر لیا ہے۔

دلی میں اردو کانفرنس تک انجمن ترقی اردو نے بار بار اس جانب وزارت داخلہ کو متوجہ کرنا چاہا لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ کانفرنس میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا کہ اب اردو کو کسی دوسری زبان کا رقیب نہیں سمجھا جاتا اور اس کی راہ میں جو مشکلات تھیں وہ دور ہوتی جا رہی ہیں۔ حضرت مولانا کی تقریر سے جان بلب اردو کے حق میں مسیحائی کی لیکن اسی کانفرنس کے آٹھ روز بعد خود اللہ کو پیارے ہو گئے، غالباً یہ مولانا کی آخری تقریر کا نتیجہ تھا کہ جولائی ۱۹۵۸ء میں مرکزی وزارت داخلہ کی طرف سے اردو کے لئے ایک سرکاری بیان جاری ہوا۔ اس بیان میں اردو کے حق کو تسلیم کیا گیا اور یہ بھی مان لیا کہ یہ زبان دلی کی گود میں پلی بڑھی ہے لیکن افسوس ہے اس کے بعد بھی اردو کو دلی میں علاقائی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا گیا اور وزارت داخلہ کا رویہ تاحال اس سلسلے میں بہت مایوس کن رہا ہے لیکن اس سے ہمیں تقویت ہوتی ہے کہ اور سیاسی پارٹیوں نے ہمیں تعاون دیا ہے اور دلی میں رہنے والے بھی برابر ہمارے کاموں سے دلچسپی لیتے رہے۔

سابق دلی میونسپل کمیٹی اور حال دلی میونسپلٹی کا ریزولیشن میں بھی اردو کی دوسری حیثیت کو باقاعدہ تسلیم کیا گیا تھا لیکن اس ریزولیشن کو سورگیہ لالہ شام ناتھ کے بعد بدل دیا گیا اور وہاں برتاؤ اردو کے ساتھ بہت سرد مہری کا ہے۔ اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ اردو کا مستقبل اس ملک میں تاریک ہے اور نئی نسل اردو سے تقریباً بیگانہ ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ مادری زبان سے بچوں کو محروم کر دیا جائے۔ انجمن ترقی اردو متواتر اس سلسلے میں حکومت سے خط و کتابت کرتی رہی ہے کہ دلی میں اردو کی علاقائی حیثیت کو بھی تسلیم کیا جائے اور یہاں دفاتر، کچہریوں نیز سرکاری کاموں کے لئے اس کو ہندی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔

یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ اب فروغ اردو کمیٹی بن گئی ہے جس کے سربراہ گجرال صاحب ہیں۔ اس کمیٹی کے کام کے نتائج جب سامنے آئیں گے تو اندازہ ہوگا۔ ابھی تو صورت حال کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی ہے بہرحال یہ ضرور ہوا ہے کہ کچھ نہ کچھ جمود ٹوٹا ہے۔ حال میں ہی پارلیمنٹ ممبران نے بھی ایک کمیٹی اردو کے لئے بنائی ہے۔ ہم نے اپنے دائرے میں رہ کر ہر ممکن کوشش کی ہے کہ حکومت کو اس کا احساس دلائیں کہ اردو والے حکومت کی سرد مہری سے بے حد مایوس ہیں لیکن حالات یہ ہیں کہ دلی میں میٹروپولیٹن کونسل نے بھی اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کیا۔ حد یہ ہے کہ اسکول کے نصاب کی کتابیں بھی پوری نہیں چھپیں، نہ انجمن ترقی اردو کو کوئی مدد تصانیف کے لئے محکمہ تعلیم نے دی۔ اردو ہندوستان کی ایسی زبان ہے جس کو پورے ملک میں بولا اور سمجھا جاتا ہے اغلباً اس پیاری زبان سے اس لئے بھی معاندوں کو دشمنی ہے کہ یہ ہر ایک کا دل موہ لیتی ہے حالانکہ ہندوستان کو آزادی حاصل کرنے میں اس زبان نے بہت مدد دی ہے اردو کے شعر پڑھتے ہوئے آزادی کے متوالے پھانسی کے تختے پر جھول گئے۔ اس کا ادب ملک کا بیش بہا خزانہ ہے اس زبان کا ایک عظیم شاعر غالب عالمگیر شہرت کا مالک ہے اس سال حکومت نے جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والوں کو انعام سے نوازا ہے میں حکومت سے درخواست کرتی ہوں کہ اردو نے بھی جنگ آزادی میں بہت اہم رول ادا کیا ہے اس کو بھی اس کا

حق ادا ہو جانا چاہیے یعنی دلی میں اس کی علاقائی حیثیت کو تسلیم کرلیا جائے۔

۱۹۴۷ء میں پنجاب سے جو لوگ دلی میں آئے ان کی بھی کاروباری زبان اردو ہے ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اردو میں لکھتے پڑھتے ہیں یہاں چھپنے والے اردو اخبارات اور رسائل کی تعداد اب بھی زیادہ ہے کوئی وجہ نہیں کہ اب اس مسئلے پر ٹال مٹول کی جائے اور دلی کو اردو کا علاقہ نہ سمجھا جائے۔

گاندھی جی کے کہنے پر اگر عمل کیا جاتا اور کانگریسی حکومت ہندوستانی کو سرکاری درجہ دیتی تو غیر ہندی علاقوں میں اس کی مخالفت ہندی کی طرح نہ ہوتی اگر اب بھی ارباب حکومت اس طرف توجہ دیں اور ہندوستانی کو رائج کریں تو حالات یقیناً سدھر جائیں گے اور زبان سے متعلق ہنگامے جو آئے دن ہوتے رہتے ہیں ختم ہو جائیں گے سنسکرت آمیز ہندی کو ہندی والے بھی اچھی طرح نہیں سمجھ پاتے آل انڈیا ریڈیو پر جس زبان میں خبریں ہوتی ہیں وہ عام طور پر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں یہ عام شکایت ہے۔

سہ لسانی فارمولہ پنڈت جی نے اس لئے رکھا تھا کہ ہندی اور علاقائی زبان کے ساتھ اردو کو بھی رکھا جائے۔ پرائمری تک مادری زبان میں اور سرکاری زبان میں تعلیم دی جائے اس کے بعد تیسری زبان اپنی مرضی سے جو چاہے پڑھے۔ یوپی، بہار، مدھیہ پردیش میں اردو کو ثانوی زبان کی حیثیت سے سہ لسانی فارمولے کے تحت رکھا جا سکتا ہے۔

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اردو ہندی کا ایک ادبی روپ ہے یہ بھی غلط ہے کہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے البتہ یہ ضرور ہوا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی ترکی اور فارسی کو چھوڑ کر ہندوستان کے لوگوں سے بولنے کے لئے ایک ایسی زبان ایجاد کی جس میں عربی ترکی اور فارسی کے لفظ کم اور ہندی سنسکرت کے زیادہ ہیں جس کی بنیاد کھڑی بولی برج بھاشا اور بھوجپوری پر رکھی گئی چونکہ یہ زبان مسلمانوں کے زمانے میں رائج ہوئی اس لئے اس پر مسلم کلچر کی چھاپ ضرور ہے یہی وجہ ہے کہ تنگ نظر لوگ اس کو غیر ملکی کہنے لگے حالانکہ مغل دربار کی زبان فارسی تھی سارے سرکاری کام فارسی میں ہوتے تھے البتہ لشکر، بازاروں اور گھروں میں اردو بولی جاتی تھی۔

اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو کسی نہ کسی طرح بیرونی ممالک میں سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں ہر زبان کے لفظ موجود ہیں اور اس کو کوئی غیر نہیں سمجھتا یہی اس کی سب سے بڑی خوبی بھی ہے اور خامی بھی۔ بقول رشید احمد صدیقی "اس زمانے میں سب سے بڑا محب الوطن وہ ہے جو اردو کا دشمن ہو اور دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اردو ہر جنگ میں تکبیر کا کام دیتی ہے اور ہر جیت میں نادان کا۔"

مالی امداد

دہلی محکمۂ تعلیم نے ۷۲-۱۹۷۱ء میں ہمیں کل پندرہ سو روپے دئے اور ۷۳-۱۹۷۲ء میں بھی پندرہ سو ہی دئے جبکہ باربار اس سلسلے میں ڈائرکٹر تعلیم کو یاددہانی کرائی گئی ہے ۷۰-۱۹۶۹ء تک ہمیں دو ہزار سالانہ ملتا رہا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بڑھتی ہوئی گرانی کے باوجود محکمۂ تعلیم ہمارے مطالبات کا خیال نہ کرے اور گرانٹ بڑھانے کی بجائے اور کم کر دے۔ انجمن ترقی اردو حکومت سے بھیک نہیں مانگتی۔ اپنا حق مانگتی ہے کیا اردو اپنی جنم بھومی میں اس قابل بھی نہیں کہ اس کی خدمت کرنے والی انجمن کو گرانٹ ٹھیک طرح سے دی جائے ہم محکمۂ تعلیم سے آئندہ چار ہزار روپے سالانہ ملنے کی امید رکھتی ہوں یقین ہے میٹروپولیٹن کونسل کے چیف ایگزیکٹو کونسلر شری رادھا رمن جی اس طرف توجہ فرمائیں گے اور ہماری مشکلات کو کم کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب مصطفیٰ رشید صاحب جو علی منزل ٹرسٹ کے صدر بھی ہیں انھوں نے اس سال اپنی مالی پریشانیوں کی بدولت بجائے ایک ہزار کے صرف پانچ سو روپے عطا کئے ہیں۔

علی منزل کا کرایہ ہی ہماری مستقل آمدنی ہے جس سے دفتر کے اخراجات بمشکل پورے کئے جاتے ہیں مالی پریشانی کی بدولت روش صدیقی کے بعد سہ ماہی "صبح" کا پرچہ تا حال نہیں نکل سکا۔ صبح جیسے معیاری رسالے کو اس زمانے میں نکالنا جرأت رندانہ ہی ہے صبح کے آزادی نمبر کی مانگ ہے اور مجلس عاملہ نے اس کو کتابی صورت میں چھاپنے کا فیصلہ کیا ہے اس کے لئے مرکزی وزیر تعلیم جناب نورالحسن صاحب نے ایک خاص امداد دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن باربار یاددہانی کے باوجود ابھی تک ادھر سے کوئی امداد نہیں ملی ہے۔

ہمارے تیس سال کے اردو ادب کا جائزہ کا مسودہ چند مہینوں بعد پریس سے باہر آجائے گا انشاء اللہ ہمیں روپیے کی ضرورت ہے لیکن اس طرف نہ دلی حکومت توجہ دیتی ہے نہ مرکز سے امداد مل رہی ہے جب تک ہمایوں کبیر صاحب مرحوم کلچرل افیئرس کے وزیر رہے ان سے ایک دو مرتبہ کے بعد کسی امداد کی امید باقی تھی کیونکہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے زمانے سے ان کا تعلق انجمن سے رہا تھا اور وہ اردو کی مایوس کن حالات میں بھی انجمن کے کاموں سے واقف تھے۔ کاش مرکزی وزیر تعلیم کو اس کا احساس ہو اور وہ ہماری مدد کریں۔

ترقی اردو بورڈ سے بھی اس سلسلے میں اگر مرکزی وزیر تعلیم چاہیں مدد دی جا سکتی ہے بہرحال اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق پیسے کی کمی اور تعاون نہ ہونے کے باوجود بھی انجمن اردو کے لئے کچھ نہ کچھ کرتی رہی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر)

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو پنجاب کے مطالبات

چنڈی گڑھ:۔ انجمن ترقی اردو ریاستی شاخ پنجاب کا ۲۰ رکنی وفد جناب گیان سنگھ راڑیوالا صدر انجمن کی قیادت میں وزیر اعلیٰ پنجاب جناب گیانی ذیل سنگھ سے ملا اور ان کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی۔ عرضداشت میں ریاست کے اندر اردو کی ترقی کے لئے مندرجہ ذیل امور کی بجا آوری کے لئے وزیر اعلیٰ کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ (ادارہ)

۱۔ اردو زبان کے تحفظ اور ترقی کے لئے ریاستی سطح پر ایک اردو بورڈ (یا اردو اکاڈمی) کا قیام عمل میں لایا جائے۔

الف۔ مجوزہ ادارہ کی سرگرمیوں کو بروئے کار لانے کے لئے ریاستی سرکار اپنے بجٹ میں معقول اور مناسب سالانہ رقم مخصوص کرے۔

ب۔ ادارہ ہذا فوری طور پر مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کی جانب توجہ دے۔

ج۔ ریاست میں اردو زبان کی تعلیم و تدریس کا مناسب انتظام

د۔ اردو زبان کے اہل قلم کی ہر طرح سے امداد و اعانت مثلاً

— معیاری تصانیف کی اشاعت کا انتظام اور — ان کے نکاس کا بندوبست۔

ہ۔ معیاری تصنیفات و تالیفات پر سالانہ انعامات کے ذریعہ مصنفین و مؤلفین کی حوصلہ افزائی۔

و۔ ادبی وظائف کے ذریعہ مستحق اہل قلم کی امداد۔

ز۔ دیگر زبانوں سے اردو میں اور اردو سے دوسری زبانوں میں تراجم کا سلسلہ۔

ح۔ ایک ماہانہ معیاری ادبی جریدہ کا اجراء

ط۔ اردو زبان کی نشر و اشاعت کے مقصد سے وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر مشاعرے، مذاکرے، مباحثے اور دیگر ادبی اجتماعات کا اہتمام — وغیرہ وغیرہ

۲۔ محکمہ تعلقات عامہ کے تحت شائع ہونے والا اردو ماہنامہ (پاسبان) از سر نو جاری کیا جائے۔

۳۔ محکمہ تعلقات عامہ کی طرف سے تمام اشاعتی مواد اردو میں بھی مہیا کیا جایا کرے۔ اور اس مقصد کے لئے محکمہ ہذا میں اردو داں عملہ ملازم رکھا جائے۔ مثلاً اردو ایڈیٹر، اردو آرٹیکل رائٹر، اردو ٹرانسلیٹر وغیرہ۔

۴۔ محکمہ السنہ (بھاشا وبھاگ) پنجاب میں اردو کا ایک شعبہ قائم کیا جائے، جو — اردو کتب انعامات کے لئے منتخب کرے — اردو اہل قلم کو انعامات سے نوازے — ضرورت مند اردو اہل قلم کی مالی اعانت کرے۔ اور — ان کی تصانیف کو شائع کرنے کے لئے مالی مدد کرے۔

۵۔ محکمہ السنہ کی طرف سے انعامات کے لئے منتخب کردہ کتب کو تھوک خرید کے ذریعہ سرکار تمام لائبریریوں کو مہیا کرے۔

۶۔ انعامات کے لئے منتخب مسودات کو سرکاری خرچ پر چھپوا کر شائع کیا جائے۔

۷۔ اسکولوں میں اردو زبان کو بطور اختیاری مضمون رائج کیا جائے —

۸۔ کالجوں میں اردو زبان کی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔

۹۔ اردو اساتذہ کی تربیت اور — درسی کتب کی بہم رسانی کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

۱۰۔ سرکاری ملازمت کے لئے اردو سے واقفیت شرط قرار دی جائے۔

محکمہ مال اور محکمہ پولیس کی ملازمت کے لئے مڈل کلاس کی سطح تک اردو جاننا لازمی قرار دیا جائے۔ (کیونکہ ان محکمہ جات کا تمام تر ریکارڈ اردو میں ہے۔)

۱۱۔ پی۔سی۔ایس کے امتحانات میں ایک پرچہ اردو زبان کا بھی شامل کیا جائے۔

انجمن کے وفد کی وزیر اعلیٰ پنجاب سے بڑے خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی وزیر اعلیٰ نے اردو کے سلسلے میں ہر ممکن امداد کا یقین دلایا۔ اور اردو کے سلسلے میں تمام مسائل کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا۔ اس کمیٹی میں انجمن کی طرف سے مندرجہ ذیل چھ اراکین کی شمولیت وزیر اعلیٰ نے بخوشی قبول کی۔ اراکین کے نام یہ ہیں:

۱۔ جناب سردار گیان سنگھ راڑیوالا۔ صدر انجمن ترقی اردو پنجاب ۲۔ جناب اودے سنگھ شاکی۔ نائب صدر۔ ۳۔ جناب سورج تنویر جنرل سکریٹری۔ ۴۔ جناب محمد کفایت اللہ سکریٹری۔ ۵۔ پروفیسر پی۔ایل۔ این گھنہ ضلع لدھیانہ ۶۔ جناب رشی پٹیالوی۔ چنڈی گڑھ

سرکاری ممبران

۱۔ سردار امراؤ سنگھ۔ وزیر تعلیم پنجاب ۲۔ جناب ہرچرن سنگھ۔ سکریٹری وزارت تعلیم ۳۔ جناب رمیش کمار۔ ڈائرکٹر محکمہ السنہ (بھاشا وبھاگ پنجاب) ۴۔ محترمہ ساجدہ بیگم ایم۔ایل۔اے مالیر کوٹلہ ۵۔ سردار ہرچرن سنگھ گل ایم۔ایل۔اے انبالہ۔

وزیر تعلیم اس کمیٹی کے چیرمین ہوں گے اور ڈائرکٹر محکمہ السنہ کنوینر۔

کمیٹی کے قیام کا باقاعدہ سرکاری اعلان جلد ہوگا اور جلد ہی اس کی میٹنگ بلائی جائے گی۔

سورج تنویر۔ جنرل سکریٹری

کہ یہ بیان محض (BARE STATEMENT) نہیں ہے ۔ بلکہ اس میں ایک بسیط اشارہ نظام زندگی کے نظم و نسق کی طرف ہے۔ "ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے" ایک طنزیہ انداز گفتگو ہے اور اس سے مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ دخل نہیں نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت قضا و قدر کا طاقتور ہاتھ ہمارے تمام امور کی زمام اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔ دوسرے مصرعے میں رات اور دن اور صبح اور شام کے تواتر سے امتداد وقت کا نقش ابھارا گیا ہے۔ انسان گردش صبح و شام میں ایسا اسیر ہے کہ اب اس جبر کے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ رات کو رو رو صبح کیا" اور "دن کو جوں توں شام کیا" کی لفظی بناوٹ کے ذریعے انسانی بے بسی کا ایک شدید تاثر دمر بانی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ گیارھویں شعر میں جو اس طرح ہے:

صبح چمن میں اس کو کہیں تکلیف ہوا لے آئی تھی
رخ سے گل کو مول لیا قامت سے سرو غلام کیا

بڑے ہی لطیف انداز میں محبوب کے حسن کی تابانی اور اس کی کشیدہ قامتی کو پھول کے رنگ اور نزاکت اور سرو کی بلندی پر فوقیت دی ہے۔ چمن میں محبوب کا آنا بھی کچھ عمداً نہ تھا۔ بلکہ تکلیف ہوا اسے وہاں لے آئی تھی۔ یعنی یہاں حسن بے پروا کو نمایاں کرنا مقصود ہے۔ "مول لی" اور "غلام کیا" دونوں میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ گل اور سرو دونوں کے لئے اس کے علاوہ چارہ کار ہی نہ تھا کہ وہ محبوب کے حسن کی دمک اور کشش سے مرعوب ہوکر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے حلقہ بگوش ہو جائیں۔ غالب نے بھی اسی مضمون کو ایک جگہ اس طرح باندھا ہے:

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

بلاشبہ غالب کے یہاں نسبتاً تیکھا پن زیادہ ہے، لیکن میر کے یہاں بھی سادگی اور پرکاری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو عنصر دونوں کے یہاں مشترک ہے وہ محبوب کے حسن بے پایاں کا فطری کائنات کے حسن پر فوقیت رکھنا ہے۔ بارھواں شعر خالص معاملہ بندی کا ہے:

ساعد سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لاکر چھوڑ دئے
بھولے اس کے قول و قسم پر ہائے خیال خام کیا

یہ پچھلے شعر سے اس لحاظ سے متعلق اور منسلک ہے کہ رخ اور قامت کے بعد اب ساعد سیمیں کا ذکر ضروری تھا۔ "ہائے خیال خام کیا" کی ترکیب میں ایک طرح کی خود رحمی (SELF PITY) کا عنصر تو ہے لیکن اس میں ایک نرمی اور خود فریبی بھی ہے۔ جو باعث تحقیر نہیں بلکہ ہمدردی کی طالب اور اس کی تحریک کرتی ہے بارھویں شعر میں پھر ایک تضاد سے کام لیا گیا ہے اور یہ تضاد ہے عاشق کے ابرام اور محبوب کے استغنا کے درمیان۔ اس ابرام کے تناسب کے اعتبار سے محبوب کا استغنا بڑھتا جاتا ہے۔ اور ماحصل اس کا حرف حرماں نصیبی اور متاع الفت و وفا کا ضائع ہونا ہے۔ چودھواں شعر بھی غور طلب ہے:

ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تجھ کو رام کیا

گیارھویں اور بارھویں شعر میں محبوب کی شخصیت کا جو نقش اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ کرکے نمایاں کیا گیا ہے، وہ "آہوئے رم خوردہ" کی ترکیب میں سمو دیا گیا ہے۔ اس میں نرمی، نزاکت، خوف، حیرانی، بے چارگی، حسن اور رمیدگی سب ہی عناصر ملے جلے ہیں۔ اور اس میں انسانی قربت سے اجتناب کا بھی اشارہ ملتا ہے۔ عاشق اور محبوب کے درمیان احساس دوری کا ختم کرنا واقعی ایک اعجاز سے کم نہیں۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے غیر معمولی صبر اور ناقابل شکست دونوں درکار ہیں اور شاید انسانی برتاؤ میں ایسی نرمی، محبت اور دلآسائی بھی جو خاصا یا ملی چاہتی ہے۔ یہ شعر بھی منطقی طور سے مقطع کی طرف لے جاتا ہے:

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھتے ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

یہاں "قشقہ کھینچا" اور "دیر میں بیٹھا" محض لغوی مفہوم میں استعمال نہیں کئے گئے ہیں اور نہ "ترک اسلام" سے مراد واقعی "ترک اسلام" ہے۔ اس سے پہلے شعر میں "آہوئے رم خوردہ" کی وحشت کو کھونا بظاہر مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نصب العین اس قابل ضرور ہے کہ اس کے حصول کے لئے جد و جہد کی جائے۔ "ترک اسلام" سے مراد عمومی طور پر مروجہ مذہب کی وہ پابندیاں ہیں جنھیں ترک کرکے شاعر اپنے آپ کو مذہب عشق کے لئے وقف کر دینا چاہتا ہے۔ اس "آہوئے رم خوردہ" کو راہ راست پر لانا اب اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہ ہو کیونکہ بظاہر کامیابی اس سے منحرف اور دامن کشاں معلوم ہوتی ہے لیکن اس آئیڈیل کے حصول کی جد و جہد میں اپنے آپ کو لگا دینا آزمائے جانے کا مستحق ضرور ہے۔

(بہ شکریہ آل انڈیا ریڈیو دہلی)

اسلوب احمد انصاری

میر صفحہ

میر کی ایک غزل

آج کی صحبت میں میر کی جس غزل کا تجزیہ پیش کرنا مقصود ہے اس کا مطلع یہ ہے :

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

پندرہ اشعار پر مشتمل یہ غزل میر کی بہت معروف غزلوں میں شمار کی جاتی ہے اور ان کے مزاج اور شعری شیوۂ گفتار کی بہت صحیح نمائندگی کرتی ہے۔ اس غزل میں دو موضوعات رہ رہ کر توجہ کو اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ اوّل فطری کائنات میں انسانی اعمال کے سلسلے میں جبریت (DETERMINISM) کا احساس اور دوسرے محبت کے کاروبار میں حرماں نصیبی اور ناکامی کا تاثر۔ اور یہ تاثر بھی ایک طور سے جبریت کے احساس سے وابستہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شاید یہ ناکامی بھی عاشق کے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ پہلے ہی شعر سے یہ ظاہر ہے کہ بیماریٔ دل کا کوئی مداوا نہیں اور قسمت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ قلب و جگر کی سوزش کا جو بھی علاج کیا یا سوچا وہ بالآخر مونس غم ثابت ہونے کی بجائے ہلاکت اور تباہی کا سبب بنا۔ دوسرے شعر میں عہد جوانی کے جیسے تیسے کاٹنے کے لئے رات کی تاریکی کو بسر کرنے کا رمز استعمال کیا ہے اور پیری میں موت کی آغوش سے تربیت کو ایسے آرام سے تعبیر کیا ہے جو صبح کے وقت مریض کو لمحہ بھر کے لئے میسر آجاتا ہے اور جسے موت کا سنبھالا کہا جاتا ہے۔ گویا یہاں غم کی سوزش کی طوالت اور ذہنی سکون کے درمیان ایک تضاد قائم کیا گیا ہے۔ تیسرے شعر میں یہ کہہ کر "حرف نہیں جاں بخشی میں اس کی" محبوب کے تغافل اور ستم شعاری کی طرف بڑے انداز میں مدافعت بھی کی ہے لیکن "خوبی اپنی قسمت کی" کی طرف اشارہ کر کے اور دوسرے مصرعے میں یہ کہہ کر

ہم نے جو چاہے کہہ بھیجا سو مرنے کا پیغام کیا

پھر ذہن کو مطلع کے مفہوم کی طرف لوٹا دیا ہے اور یہ نقطۂ انحراف ہے چوتھے شعر کے لئے

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

یہاں بالصراحت انسانی ارادے کی خود مختاری اور قضا و قدر کی قوتوں کے درمیان تضاد کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس طرح پہلا اور چوتھا شعر ایک دوسرے سے بین طور پر منسلک ہیں۔

پانچواں اور چھٹا شعر بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ رند و اوباش سے مراد اخلاقی اعتبار سے گرے ہوئے لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ چھٹے شعر میں "وحشت" کا لفظ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ رند و اوباش اور بلائے بڑے "نزدیک" سے اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو مروجہ عقائد سے منحرف ہو کر عشق و محبت کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں۔ چھٹے شعر کا یہ مصرع

کوسوں اس کی اور گئے پر سجدہ ہر ہر گام کیا

اعلان ہے اس امر کا کہ ہم عشق و محبت کی دہلیز پر ناصیہ فرسا ہیں اور ہم نے تمام دوسری سمتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ ساتویں شعر میں مروجہ مذہب اور مذہب عشق کے درمیان تضاد کو بالکل واضح طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔

کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو یہیں سلام کیا

یہاں کعبہ، قبلہ، حرم اور احرام مروجہ مذہب کی پابندیوں کے علائم کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں اور کس، کیسا، کون اور کیا کے الفاظ لا کر نہ صرف تجاہل عارفانہ کا اظہار کیا گیا ہے بلکہ ان شعائر سے بے رغبتی کا اظہار بھی بہت غیر مبہم ہے۔ یہ اظہار "سب کو یہاں سے سلام کیا" کہہ کر صرفی بیان میں لایا گیا ہے۔ آٹھویں شعر میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ اس قسم کے بھرتی کے اشعار اکثر بڑے شاعروں حتی کہ غالب تک کے یہاں ملتے ہیں۔ نویں شعر میں ایک حسرت ملتی ہے جو لفظ "کاش" سے ٹپکتی ہے۔ "آنکھ مندے پر" کی ترکیب دوسرے شعر کے پہلے مصرعے کے آخری ٹکڑے "پیری میں لیں آنکھیں موند" کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اپنی امیدوں کی بے حاصلی کا خدشہ اس طرح ظاہر کیا ہے کہ ایک طویل عرصے کے انتظار اور فراق کی اذیت میں مبتلا رہنے کے باوجود دیدار یار ابھی تک نصیب نہیں ہو سکا ہے۔ اگر محبوب نے اپنا دیدار اس وقت عام کیا جب عاشق فراق کی صعوبتوں سے شکست کھا کر دم توڑ چکا ہو گا تو اس وقت یہ بے حجابی اور یہ جلوۂ عام بے معنی ثابت ہو گا۔

دسویں شعر میں پھر اسی حقیقت کو دہرایا گیا ہے۔ جس کی طرف اشارہ پہلے اور چوتھے شعر میں کیا جا چکا ہے۔ شعر یہ ہے :

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

یہاں مفہوم پھر وہی ہے جو پہلے آ چکا ہے یعنی جبریت کا عالمگیر قانون کائنات فطرت میں ہر جگہ جاری و ساری ہے۔ لیکن یہ شعر پہلے اور چوتھے شعر سے اس لحاظ سے کسی قدر بہتر ہے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلیشر سید تقی حسن ایم اے نے فیلیشو کلر پریس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا